

Digest

Novels

Lovers

Group

صَدَفِ آصَف



دھلے ہوئے کپڑوں کا ڈھیر پھیلائے انہیں نہ کرنے میں مصروف تھیں وہیں سے جواب دیا۔
”اماں۔ کیا کر رہی ہیں؟“

”کیوں چلا رہی ہو بیٹا! دیکھ تو رہی ہو، کام کر رہی ہوں؟“ عالیہ نے ہاتھ میں پکڑا کرتا بستر پر ایسے ہی رکھا اور مڑ کر پریشانی سے اگلی بیٹی کی طرف دیکھا۔

”یہ دیکھیں۔ کالج نے میرا سرٹیفکیٹ بھیجا ہے۔“ اس نے مسکرا کر ماں کے کانڈھے پہ ہاتھ رکھا اور اپنے ہاتھ میں پکڑی تحریری سند ہوا میں لہرائی۔
”کر لی ناں اپنی مرضی۔ چلو بس اب سکول سے گھر پر بیٹھو اور کاموں میں میرا ہاتھ بٹاؤ۔“ وہ بڑے نارمل انداز میں مسکرائیں۔

”اماں پلیز ابھی تو میرا سفر شروع ہوا ہے، مجھے بہت آگے جانا ہے۔“ اس نے گھبرا کر ماں کا ہاتھ تھاما۔

”بس..... بس..... بہت ہو گیا۔“ وہ غصہ ہوئیں اور بیٹی کا ہاتھ جھٹک دیا۔
”اماں پلیز، سمجھنے کی کوشش کریں، پتا ہے، میڈم ایسہ کہہ رہی تھیں کہ اپنی خدا دہلاہیتوں کی وجہ سے کاشی زندگی میں بہت آگے جائے گی۔“ ماں کی جھاڑ پر اس نے لجاجت سے کہا۔

”کاشی! اب کوئی نئی ضد کر کے اپنے بابا کو مشکل میں مت ڈالنا، پہلے ہی تمہاری وجہ سے انہیں اپنے بھائیوں سے کافی کچھ سننے کو ملا ہے۔“ عالیہ نے نرمی سے بیٹی کے گال چھوتے ہوئے سمجھانا چاہا۔

ہمیشہ سے وہ آسمان کی بلند یوں کی طرف پرواز کرنا چاہتی تھی مگر اس نے جب بھی اونچا اڑنے کی ذرا سی جھجکی کوشش کی تو فضول رسم و رواج کی تیز قینچی نے پر کتر ڈالے۔ چھوٹے سے گھر میں رہنے والی کہکشاں حیدر کی سبز آنکھوں میں بہت سارے رنگین خواب چھپے ہوئے تھے، اسی لیے جب اسے کورئیر کے ذریعے اپنی تحریری سند موصول ہوئی تو اس کا جوش و خروش دیدنی تھا۔

”اماں..... اماں.....“ وہ شور مچاتی ہوئی ان کے کمرے جانب چل دی۔
”کیا..... ہوا کاشی؟“ عالیہ حیدر اپنے بستر پر



ناولٹ





”ایک کپ میرے لیے بھی۔“ ماں کی شرارتی نگاہیں خود پر مرکوز دیکھیں تو منہ پھلاتے ہوئے کھڑکیا۔

”آپ کے پاس تو میرے لیے ہانم ہی نہیں ہے، سوچا اپنی خاطر میں خود ہی کر لوں۔“ اس کے انداز پر نائلہ ہنس دیں۔

”کیا کروں بیٹا! تمہارے بھائی نمبر نے کل واپس چلے جانا ہے، اس لیے میں نے سوچا شانی کباب اور ایک دو سالن پکا کر پیک کر کے ساتھ دے دوں۔“ نائلہ نے بڑے مصروف انداز میں کباب کی نکیہ بناتے ہوئے تفصیل بتائی۔

”ایک تو جب سے بھائی کا ٹرانسفر کراچی میں ہوا ہے۔ یہ بڑی مشکل ہو گئی ہے۔“ سہانا نے نمکونہ میں رکھتے ہوئے افسوس کا اظہار کیا۔

”ہاں۔ مگر اب کیا کریں۔ نوکری تو کرنا ہے۔“ وہ مسکرائیں اور باکس میں کباب تہہ بہ تہہ بجا کر فریز کرنے رکھ دیے۔

”یہ تو ہے ویسے بھی بھائی اب وہاں اچھا خاصا سیٹ ہو گئے ہیں۔“ سہانا نے ماں کی ہاں میں ہاں ملائی۔

”ارے ہٹو بھلا اسے کوئی سیٹ ہونا کہتے ہیں، میرے بچے کی زندگی بالکل خانہ بدوش جیسی ہو گئی ہے نہ گھر کی روٹی ملتی ہے اور نہ ہی کوئی دوسرا آرام۔“ وہ سنک کا تل کھول کر افسردگی سے ہاتھ دھوتے ہوئے بولیں۔

”ہاں تو کراچی جا کر رہنا ان کی اپنی چوائس ہے۔“ سہانا نے دو کپوں میں چائے نکالی اور بولی ہوئی ماں کے پیچھے لاؤنج میں چلی آئی۔ اس کا دماغ نمبر علی کے اس مسئلے کا حل ڈھونڈنے کے لیے ادھر سے ادھر دوڑنا شروع ہو گیا۔

☆☆☆

”یا اللہ۔ کیا لڑکیوں کو یہ حق حاصل نہیں کہ“ بھی اپنی مرضی کی زندگی جی سکیں۔“ کہکشاں نے

”مگر اماں..... میں اپنی مہارت کو استعمال میں لا کر اپنے کام کو پروفیشنل طریقے سے آگے بڑھانا چاہتی ہوں۔“ اس نے ہونٹ چبائے۔

”بس اسی لیے تمہارے بابا کو منع کرتی تھی، اب سلیقہ مند ہونے کا مطلب یہ تھوڑی ہے کہ لڑکی کو کھلی چھوٹ دے دی جائے، وہ بری طرح سے بدکیں۔

”یہ ہی بات تو میں آپ کو سمجھانا چاہتی ہوں کہ گھر کی فضاؤں میں گھٹ کر نہیں جینا چاہتی ہوں اگر میرا ہنر دنیا کو نہ پتا چلے تو میری پڑھائی اور سب سیکھنے کا بھلا کیا فائدہ ہوگا؟“ اس کے لہجے سے جھلکتی بغاوت کی جھلک نے عالیہ کو ڈرا دیا۔

”جانتی بھی ہو، ہماری برادری میں لڑکیوں کا گھر سے باہر نکلنا پسند نہیں کیا جاتا، پھر بھی تمہاری ضد پر حیدر صاحب نے سب کی مخالفت مول لے کر تمہیں اپنی دور بھیجا، اب مزید کی امید نہ رکھنا، ورنہ یہ رشتے دار ہمیں جینے نہیں دیں گے۔“ ان کے لہجے میں خوف سایا ہوا تھا۔

”مگر میں اپنے پیروں پہ کھڑا ہونا چاہتی ہوں تاکہ اپنی ذات پر میرا اعتماد بڑھے۔“ اس نے دھیرے سے گلابی لب کھولے۔

”بس..... بس..... بہت ہو گئی من مانی۔ میں رات کے لیے سبزی چڑخانے کچن میں جا رہی ہوں تم ذرا اپنے بابا کے کپڑے سمیٹ کر میرا کمرہ صاف کر دو۔“ عالیہ نے ہاتھ اٹھا کر سختی سے بیٹی کو مزید کچھ کہنے سے روکا اور کام بتاتی باہر کی جانب بڑھیں۔

☆☆☆

چھٹی کا دن تھا۔ سہانا بڑے خوش گوار موڈ میں بغیر ناشتہ کیے صبح ہی میکے چلی آئی مگر ماں کو کچن میں منسلک مصروف دیکھ کر اس کا منہ بن گیا۔ کچھ دیر تک انتظار کیا پھر خود ہی کیتلی میں پانی بھر چائے بنانے کے لیے چولہا آن کر دیا، ساتھ ہی کبیچٹ میں ہاتھ مارتے ہوئے نگو کا پیکٹ بھی ڈھونڈ نکالا۔

چلا یہ تو پوری انڈسٹری ہے۔ یہیں سے اس نے مختلف ممالک کے کھانوں کی باقاعدہ تعلیم حاصل کرنے کا سوچا اور اس بارے میں معلومات ڈھونڈنے لگی، بڑی مشکلوں سے اسے اپنے گھر سے کافی دور ایک دو کھیتل کانج کے بارے میں پتا چلا جہاں مختلف قسم کی فنی کلاسز دی جاتی تھیں، اس نے باپ سے ضد کر کے باقاعدہ ایسوسی ایٹ ڈگری پروگرام میں داخلہ لیا۔

وہاں اسے بین البراعظمی کھانوں، فوڈ سائنس، کھانے کی اشیاء کی خریداری سے فیمل سروس تک کے بارے میں سکھایا گیا، ہاتھ میں ڈانٹ تو پہلے ہی تھا مگر تھوڑی سی ٹریننگ سے کھانے کی تیاری، گارڈنگ اور پھر اس کو پیش کرنے تک اس کی مہارت کو جیسے چار چاند لگ گئے۔ روایتی کھانوں کو نئی جدت دینے میں کاشی کو کمال حاصل ہو گیا تھا۔ ڈگری حاصل کرنے کے بعد اس کا ارادہ تھا کہ وہ کوئی کام شروع کرے گی مگر اب عالیہ اس بارے میں حریہ کچھ سننے کو بالکل تیار نہیں تھیں۔

☆☆☆

ماں بیٹی آسنے سانسے بیٹھ کر چائے پیتے ہوئے ٹی وی دیکھ رہی تھیں مگر وہ ابھی بھی بھائی کے بارے میں ہی سوچ رہی تھی، اچانک سہانا کے دماغ میں ایک خیال آیا۔

”مئی! بھائی ایک کام کیوں نہیں کرتے، یہ والی جاب چھوڑ کر یہاں واپس آ جائیں، اتنے تعلیم یافتہ تو ہیں کہ انہیں دوسری جاب با آسانی مل جائے گی۔“ وہ ماں کی طرف دیکھ کر بولی۔

آسمان کی طرف منہ کر کے شکوہ کیا اور پھر سرد آہ بھرتے ہوئے بابا کے کپڑوں کو تہ کر کے سلیقے سے الماری میں جمایا اور کچھ سوچ کر ماں کے پیچھے کچن میں چلی آئی۔

”اماں! میں نے کہیں پڑھا تھا کہ اچھا کام شروع کرو تو پھر اسے رکھنے نہ دو۔ جی جان سے محنت کرتے جاؤ، بہترین وہ خود بخود ہو جائے گا۔“ وہ ان کے پیچھے گھر سے ہو کر رام کرنے والے انداز میں بولی مگر عالیہ جان بوجھ کر سنی ان سنی کرتے ہوئے رات کو پکانے کے لیے ترٹی کی سبزی کھرچنے میں مصروف ہو گئیں۔

”ان پر کوئی اثر نہیں ہوگا۔“ اس نے سرد آہ بھری اور فریج سے چکن نکالی۔ اس کا ارادہ دو پہر کے لیے فریش کرین سلاد کے ساتھ چکن جنجر سوپ بنانے کا تھا جو انتہائی زرد ہضم اور صحت بخش کچ تھا۔ گھر کا اکلوتا بچہ ہونے کی وجہ سے شروع سے اس کے لیے کھانا پکانا سب سے آسان اور صحت مند تفریح تھی وہ بچپن میں ہنڈکیوں کا کھیل شوق سے کھیتی، اسی لیے کافی کم عمری سے کچن میں ماں کا ہاتھ بٹانے لگی۔

کہتے ہیں..... ”کھانا پکانا بھی ایک فن ہے اور شوقین لوگوں کے پاس ذائقوں کا محدود ساز و سامان ہوتا ہے جسے وہ اپنی صلاحیتوں سے بڑھاتے چلے جاتے ہیں۔ کاشی کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا۔ وہ ماں کے سکھائے ہوئے روایتی انداز کے ایک سے کھانوں سے بور ہونے لگی تو اپنی تیکنک لگا کر اس نے ان میں جدت پیدا کرنے کی کوشش کی۔ اجڑا وہی تھے مگر تھوڑی سی محنت سے اور چند نئی چیزوں کی آمیزش سے ان کا ذائقہ بالکل بدل کر رہ گیا۔ اسے اماں، بابا کے ساتھ ساتھ رشتے داروں کی طرف سے بھی داد ملنے لگی تو خود پر اس کا اعتماد بڑھنے لگا۔

اپنے شوق کی وجہ سے اس نے پہلے تو لائبریری سے کھانا پکانے کی کتابیں منگوا کر ان سے مدد لی پھر جیسے جیسے اس کی معلومات میں اضافہ ہوتا گیا اسے پتا

سروقی کی مصیبت

حائل لکھنؤ

میک اپ روز بیوٹی ہاؤس

ٹریڈنگ گیلری سوسائٹی

”اس مسئلے کا حل نوکری چھوڑنا تو نہیں ہوا
ناں، وہ اپنی کمپنی میں سیٹ ہو چکا ہے، اس کی تو
بروموشن ہونے والی ہے پھر وہ بھلا کیوں جاب چھوڑ
گر یہاں شفٹ ہوگا؟“ ان کے بتانے پر سہانا ایک
بار پھر سوچ میں پڑ گئی۔

”ویسے میں کب سے میں تم بہنوں کے پیچھے
بڑی ہوں کہ بھائی کے لیے کوئی اچھی لڑکی ڈھونڈ دو
تا کہ میں اس کی شادی کر دوں، بہو ساتھ رہے گی تو
میری فکریں بھی آدھی ہو جائیں گی۔“ نانکھ نے بیٹی
کی خاموشی پر منہ بھلاتے ہوئے اسے پکڑ دیا۔
”اوہ جی! لڑکی سے یاد آیا کچھلی بار جب میں
اپنی خالیہ ساس کی طرف گئی تھی تو ان کی بیٹی کہکشاں
سے ملی تھی، بہت پیاری ہے۔ بالکل ہمارے بھائی
کے جوڑ کے مطابق ہے۔“ سہانا نے کچھ دیر سوچا پھر
یاد آنے پر ماتھے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔

”ارے واہ۔ بچہ بغل میں، ڈھنڈورا شہر
میں۔“ نانکھ کے مثال دینے پر سہانا ہنس دی۔
”تو پھر دیر کس بات کی ہے فوراً بات چلاؤ،
ویسے بھی ہمیں جھنڈو ہیڈ کا بالکل لالچ نہیں بس لڑکی
اچھی اور گھریلو ہونا چاہیے۔“
”ہاں بات کرتی ہوں فراز سے مگر ڈرتی ہوں
کہ کہیں انکار نہ ہو جائے۔“ اس نے چائے کا کھونٹ
لیتے ہوئے سوچ کر کہا۔

”کیوں انکار کریں گے تمہاری شادی کو دس
سال ہو گئے ہیں، اچھی نہ رہی ہے، ہم ان کے
آزمائے ہوئے لوگ ہیں پھر کس چیز کی کمی ہے، پڑھا
لکھا نیک اور خوش شکل بچہ ہے میرا، جاب بھی بہت
اچھی ہے۔“ وہ حیران ہو کر بیٹے کی خوبیاں گنوانے
لگ گئیں۔

”ارے بھائی میں تو کوئی کمی نہیں ہے مگر آپ
جانتی تو ہیں میرے سسرال والوں کو۔ بڑے ہی
پرانے خیالات کے مالک ہیں۔ پتا نہیں برادری
سے باہر رشتہ دیں گے بھی یا نہیں۔“ وہ تھوڑا جھجک
کر بولی۔

”ارے بھئی، شادی کے بعد تم بھی تو ان کی
برادری کا حصہ بن گئی ہو، خیر تم تو اپنا کام کر رہی ہو
نصیب میں ہوگا وہ ہی ہوگا۔“ نانکھ نے بیٹی کو رام
کرتے ہوئے باقی کا سب قسمت پہ چھوڑ دیا۔
”چلیں..... میں گھر جاتے ہی عالیہ خالہ کو کال
کرتی ہوں، دعا کیجیے گا یہاں بھائی کی بات بن
جائے دراصل میرے پورے سسرال کی لڑکیاں ایک
طرف اور کاشی دوسری طرف، بڑی ہی منفرد ہے،
شکل و صورت میں یکساں، بات چیت میں اعلیٰ اور اعلیٰ
بیٹھنے سے شائستگی و سلیقہ مندی نکلتی ہے۔“ سہانا نے
کہکشاں کی تعریف کرتے ہوئے نانکھ کا اشتیاق
بڑھایا ساتھ ہی اندر آتا ہوا نمبر بھی ماں بہن کی باتوں
پر چونک گیا۔

”کاشی..... کاشی..... نام تو بڑا پیار ہے۔“
اس نے کئی بار نام دہرایا۔

☆☆☆

صبح اٹھتے ہی کہکشاں نے طویل انگڑائی لی اور
گزری باتوں کو ذہن سے جھٹک دیا۔ وہ ناشتے کے
بعد خاموشی سے گھر کے کاموں میں ماں کا ہاتھ بٹانے
لگی، عالیہ کو بیٹی کی سعادت مندی پہ بہت پیارا آیا اور
اپنے کل کے سخت انداز پر تھوڑا افسوس بھی ہوا۔
”میری لاڈو پری! اللہ تمہارا نصیب اچھا
کرے، پھلو پھلو، خوشیوں میں کھلو۔“ بے اختیار
بیٹی کا ماتھا چومتے ہوئے سراپا دعا بن گئیں۔

”میری پیاری اماں۔ اللہ جی آپ کو بھی یونہی
سدا مسکراتا رکھے۔“ اس نے بھی جواباً سسرالی انداز
میں ماں کے ہاتھوں کا بوسہ لیا۔ وہ دونوں ایک
دوسرے کو دیکھتے ہوئے ہنس پڑیں۔

کاشی ماں کی باتوں پر بھی بھی بار بار غصہ نہیں
ہو سکتی تھی، کیونکہ اسے پتا تھا کہ عالیہ جو کچھ بھی کہتی
ہیں، اس میں ذرا بھی لغافی شامل نہیں، ان کے زیادہ
تر سسرالی پاس پڑوس میں رہائش پذیر تھے، اسی لیے
ایک دوسرے کی خبریں رکھنا آسان تھا۔ اس کے
باوجود حیات خان نے صرف بیٹی کی ضد سے مجبور



”ارے۔ فراز بہو! یہ تو بہت اچھی بات ہے۔“ عالیہ پہلے تو حیران ہوئیں پھر ایسے بولیں، جیسے من کی مراد پوری ہوئی۔

”دیکھیں خالہ! ہمیں شادی کی بہت جلدی ہے، مئی کا بس چلے تو اگلے مہینے ہی بھائی کا نکاح کر دیں، دراصل بھابھی نے بھائی کے ساتھ کراچی جا کر رہتا ہے، انہیں اب اکیلے وہاں کھانے پینے کی بڑی مشکل ہو رہی ہے۔“ اس نے مسکرا کر سادگی سے سچائی بیان کی۔

”اچھا..... مگر اتنی جلدی ایک دم سے سارا انتظام کیسے ہوگا؟“ وہ گھبرا کر اسی سے پوچھ بیٹھیں۔

”اس کی فکر مت کریں، ہمارے گھر میں اللہ کا دیا سب کچھ ہے، مئی کی بس ایک ہی خواہش ہے کہ لڑکی گھر چلو، سلیقہ شعار اور مختار ہو، اور ہم سب کے ساتھ مل جل کر رہے۔“

”اچھا۔ تو صاحب زادے کرتے کیا ہیں؟“ عالیہ نے متانت سے نمبر کے بارے میں پوچھا۔

”خالہ! میں آپ کو بھائی کی تصویر اور دوسری ضروری تفصیلات بھیج رہی ہوں، آپ لوگ اپنی سلی کروالیں۔“ سہانہ نے بھی سنجیدگی سے جواب دیا۔

”ٹھیک ہے فراز بہو! مجھے تو اس رشتے پر کوئی اعتراض نہیں مگر آخری فیصلہ تو تمہارے خالو کا ہی ہوگا۔“ عالیہ کی نیم رضامندی پر وہ خوش ہو گئی۔

”بالکل ٹھیک ہے، آپ خالو کو بتا دیں مگر پلیز، جواب ذرا جلدی دیجیے گا، دراصل مئی کو ایک دو لڑکیاں اور بھی پسند آئی ہیں مگر میں نے اصرار کیا کہ پہلے وہ کاشی کو دیکھ لیں۔“ اس نے اپنے بھائی کی ویڈیو بڑھانے کے لیے جتایا۔

”تم بالکل فکر مت کرو، میں رات تک جواب دیتی ہوں“ عالیہ نے گھبرا کر اسے سلی دی، وہ اتنا اچھا رشتہ ہاتھ سے نکلنے نہیں دینا چاہتی تھیں۔

☆☆☆

اس دنیا میں زیادہ تر انسان دو چہروں کے ساتھ جیتے ہیں اور ان کی کوشش ہوتی ہے کہ اپنا متنی

ہو کر اپنے علاقے سے کافی دور واقع دیشنل کالج میں اس کا اپنٹیشن کروایا، جہاں وہ دو بیس بدل کر کلاس لینے جاتی تھی۔

اسے اکثر واپسی پر مغرب کا وقت ہو جاتا تھا۔ جب تک بنی گھر نہیں آتی تھی، عالیہ جیلے پاؤں کی ملی کی طرح دروازے کے ارد گرد چکر لگاتی رہتی تھیں، ایسے وقت میں پڑوس میں رہنے والی دیورانی، جھٹالی کے معنی خیز سوالوں کے سلسلے بخش جوابات دینا ان کے لیے سوہان روح ثابت ہوتا۔

”بھئی۔ ہم نے تو بھی نہیں دیکھا کہ بنی کو کھانا لکانے کا کورس کرایا جائے، اپنی بچیوں کی تو ہم نے گھر میں ہی تربیت کی ہے، اب ایسا کھانا پکانی ہیں کہ سسرالی انگلیاں چاٹتے رہ جاتے ہیں۔“ نور جہاں جب بھی ملتیں ناک چڑھا کر دیورانی کو سنانے لگتیں تو عالیہ سے صفائی میں کچھ کہا ہی نہیں جاتا۔

البتہ کاشی کو رشتے داروں کی بالکل پرواہ نہیں تھی۔ اسے اپنے ٹیکنیکل کالج میں بہت مزہ آتا تھا، وہاں لڑکیوں کو مختلف فنی علوم کی تربیت دی جاتی تھی تاکہ وہ اپنے پیروں پر کھڑی ہو سکیں۔ اس نے سوچ سمجھ کر پروفیشنل کوئنگ کا شعبہ منتخب کیا۔ اسے ایک کامیاب شیف بننا تھا مستقبل میں وہ اسی شعبے کو اپنا کیریئر بنانا چاہتی تھی، اگر ریستوران نہیں بھی کھول سکی تو کم از کم اپنے گھر سے کیشریک تو شروع کر سکتی تھی۔

اس کی تائی اور چاچی جب بھی کاشی سے ملتیں اس سے یوں کرید کرید کر سوال کرتیں جیسے وہ کوئنگ کیسے نہیں بلکہ کسی سے انصیر چلانے باہر جاتی ہے، وہ بھی ان کو خٹل سے جواب دیتی اور ان کے طعنوں کو فٹس کر ٹال جاتی۔

☆☆☆

سہانہ نے اپنی خالہ ساس عالیہ حیدر کو کال ملائی اور ادھر ادھر کی بات کرنے کے بجائے سیدھے مدعا پر آگئی اور نمبر کار رشتہ پیش کر دیا۔

چہرہ چھپا کر معاشرے کے سامنے خود کو دیا پیش کر س جیسا کہ اپنے آپ کو دکھانا چاہتے ہیں مگر کاشی ایسی نہیں تھی وہ جیسی باہر سے تھی دیکھی ہی اندر سے بھی اجلی اور صاف و شفاف تھی، اسی لیے جو سوچتی، وہی بات بے حجب اس کے لبوں پہ بھی آ جاتی تھی۔ رات کے کھانے پر اس کا لٹکا ہوا منہ دیکھ کر باپ نے وجہ پوچھی تو اس نے کچھ چھپانے کی کوشش نہیں کی اور، اپنی خواہشات ان کے سامنے رکھ دیں۔

”کیا بات ہے کاشی بیٹا کوئی الجھن ہے؟“
”دیکھیں بابا۔ اماں کو تو میری بات سمجھ میں نہیں آرہی مگر پلیز آپ ہی میرا ساتھ دیں۔“ اس نے ہاتھ میں تھاما ہوا لقمہ واپس پلیٹ میں رکھا اور ان کے استفسار پر جلدی سے کہا۔

”بس آرام سے کھانا کھاؤ، اور اپنے بابا کو بھی کھانے دو۔“ عالیہ نے بیٹی کو فوراً ہی آنکھیں دکھاتے ہوئے مزید کچھ کہنے سے روکا۔

”کیا۔ اماں میں اپنی خواہش کا اظہار اپنے بابا سے نہیں تو پھر کیا تایا ابا کے پاس جا کر کروں گی؟“ اس نے ناراضی سے ماں کو دیکھا۔

”کاشی بیٹا! گول مول باتیں مت کرو اور صاف صاف کہو کہ تم کیا چاہتی ہو؟“ حیدر صاحب نے مسکرا کر بیٹی کو دیکھا۔

”ایک منٹ بابا۔ میں ابھی آئی۔“ وہ باپ کے نرم لہجے پر مسکراتی ہوئی اندر کی جانب بھاگی۔

”میری بات سنیں، باجی راحیلہ کی بہو سہانا کا فون آیا تھا، اس نے ہماری کہکشاں کے لیے اپنے بھائی کا رشتہ مانگا ہے۔ مجھے تو یہ رشتہ دل سے قبول ہے۔“ دروازے کی طرف دیکھتے ہوئے عالیہ نے دھیرے سے بتایا۔

”یہ تو بہت اچھی بات ہے۔ مگر آپ کون ہوتی ہیں قبول کرنے والی۔ کیا کاشی سے بھی اس بارے میں پوچھا ہے؟“ انہوں نے لقمہ منہ میں رکھتے ہوئے خوشی کا اظہار کیا اور پھر ہلکے پھلکے انداز میں بیوی کی طرف دیکھا۔

”اس کا تو دماغ خراب ہے مگر ایک بات میں لیس نمبر بہت ہی قابل بچہ ہے، پھر کراچی میں اکیلا رہتا ہے ساس نندوں کا بھی کوئی جھنجھٹ نہیں ہوگا۔ ویسے بھی سہانا بہت سلیبی ہوئی بیٹی ہے، بیٹی اس کی نیلی بھی ایسی ہی ہوگی، میں اس رشتے کو ہاتھ سے جانے نہیں دینا چاہتی ہوں۔“ وہ شوہر کو پکا کرنے کے لیے مسلسل بول رہی تھیں۔

”بھئی۔ یہ آپ اچانک نیلی پر سرسوں کیوں جانے لگ گئیں؟“ حیدر نے سراٹھا کر بیوی کو دیکھا مگر اس سے پہلے کہ عالیہ کچھ کہیں، کاشی اپنے ایک ہاتھ میں سرٹیکٹ اور دوسرے میں میڈل تھامے اندر داخل ہوئی۔

”بابا۔ دیکھیں یہ میں نے جیتا ہے۔“ اس نے جوش سے سرٹیکٹ باپ کو پکڑ لیا۔

”ماشا اللہ۔ یہ تو بہت اچھی بات ہے۔“ ان کا لہجہ متاثر کن تھا، مسکرا کر بیٹی کی حوصلہ افزائی کی۔

”پتا ہے مجھے اپنے گروپ میں سے فرسٹ پرائز کے لیے چنا گیا ہے، ساتھ ہی بہت ہی کم کیلوریز والا کیک بنانے پر کالج نے خصوصی میڈل بھی دیا ہے۔“ وہ بچوں کی سی مصومیت سے باپ سے اپنی کامیابیاں شیئر کرنے لگی۔

”میری بیٹی ہے ہی اتنی ٹیلنٹڈ۔“ ان کی تعریف پر وہ چپ سی ہو گئی۔

”جج جج..... بابا؟“ حیدر نے بیٹی کا سوال سنا اور چہرے کے بدلنے تاثرات کو بغور دیکھا۔

”ہاں بیٹا۔ مگر خوش ہونے کے بجائے تم اتنی پریشان کیوں لگ رہی ہو۔“ انہوں نے کھانا چھوڑ کر بیٹی کے سر پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے پوچھا۔

”اگر میں اتنی ہی ٹیلنٹڈ ہوں تو بابا آپ کو نہیں لگتا ہے کہ میرے ٹیلنٹ کا صحیح استعمال ہونا چاہیے؟“

”کچھ سمجھا نہیں میں“ وہ چونک کر بیٹی کو دیکھنے لگ گئے۔

”میں..... اب کسی بڑے ہوٹل میں شیف

کے طور پر اچلائی کرنا چاہتی ہوں۔“ ماں کے آنکھ دکھانے کے باوجود اس کے منہ سے پھسلا۔

”کیا دماغ تو نہیں خراب ہو گیا ہے تمہارا یہ نامکن ہے۔“ حیدر نے ایک دم چونک کر بیٹی کو ناگواری سے دیکھا۔

”اچھا تو پھر کیا میں گھر سے کٹرنگ شروع کر سکتی ہوں؟“ اس نے باپ کے سامنے دوسرا آپشن رکھا۔

”ویسے یہاں کون تم سے کھانے پکوائے گا؟“ عالیہ نے طویل خاموشی کے بعد لب کھولے۔

”سب کچھ آن لائن سیل کروں گی، دیکھیں بابا اس کام میں بہت پیسے ہیں پھر یہ ہمارا فیملی بزنس بن جائے گا، شروع میں رعایتی نرخ پر اسے کھانوں کو مارکیٹ میں لاؤں گی دیکھیے گا کہ کسٹمرز کی لائن لگ جائے گی۔“ اس نے جوش سے اپنے مستقبل کا منصوبہ بتانا شروع کیا تو ماں باپ اسے خاموشی سے جھٹکتے گئے۔

”نہیں بھئی نہیں۔ پوری برادری میں ہماری ناک کٹ جائے گی۔ تو یہ تو بے لوگ کیا کہیں گے میاں بیوی، بیٹی کو باور چن بنا کر اس کی کمائی کھا رہے ہیں۔“ عالیہ نے ہاتھ اٹھا کر فیصلہ سنا دیا۔

”میرے خیال میں تمہاری اماں ٹھیک کہہ رہی ہیں بیٹا، ویسے بھی اس میں بہت فتنے ہیں۔“ حیدر صاحب نے بات ختم کرتے ہوئے کہا۔

”ناکشی اپنی نم آنکھیں پونچھتی ہوئی میڈل اور شقلیت ہاتھ میں تھامے اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی اور دروازہ بند کر لیا۔

☆☆☆

سہانا نے ماں کے برابر میں بیٹھے ہی، بیگ میں سے اپنا فون نکالا اور مسکرا کر بڑے فخر سے کہتے ہوئے موبائل ماں کے آگے کیا۔

”یہ دیکھیں میں نے بھائی کے لیے کیسی انمول لڑکی ڈھونڈی ہے۔“

”کس کی تصویر ہے؟“ بیٹی سے موبائل لیتے

ہوئے بولیں۔

”ارے بھول گئیں۔ وہ جو میں نے آپ سے عالیہ خالہ کی بیٹی کا ذکر کیا تھا ماں، انہوں نے اس کی تصویر بھیجی ہے۔ بتائیں کیسی ہے؟“ وہ کہتے ہوئے ماں کا چہرہ دیکھنے لگی۔

”ماشاء اللہ بھئی پیاری ہے یہ لڑکی۔“ ناملہ نے پہلے تو بغور تصویر دیکھی اور پھر تو جیسے اس پر لٹو ہو گئیں۔

”مزے کی بات تو یہ ہے کہ انہیں بھی نیر بھائی پسند آ گئے ہیں، ویسے یہاں ملٹی سسرال میں میری نیک نامی کام آئی ہے۔“ سہانا صوفے پر چوڑی ہو کر اترا ہٹ بھرے انداز سے بولی۔

”یہ تو اور بھی اچھی بات ہے۔ ویسے وہ تمہاری ساس راجیلہ بیگم، سب سن کر ان کے کیا تاثرات تھے؟“ کچھ خیال آنے پر ناملہ نے بیٹی سے پوچھا۔

”ارے مئی۔ یہ ہی تو حیرت کی بات ہے، انہوں نے عادت کے مطابق کوئی بھی اعتراض نہیں اٹھایا الٹا بھانجی کا رشتہ لانے پر وہ تو میرے آگے پیچھے ہونے لگیں، اور تو اور عالیہ خالہ کو کال ملا کر نیر بھائی کی ڈھیروں تعریفیں کی۔“ سہانا نے مزے لے لے کر ماں کو سسرال کی باتیں بتائیں۔

”ہاں بھئی، آج کل کے دور میں اچھے رشتے ملتے کہاں ہیں؟ راجیلہ بیگم نے بھی سوچا ہوگا کہ بھانجی اچھے گھر میں بیاہی جائے گی تو برادری میں ان کی ناک اونچی ہو جائے گی۔“ ناملہ نے کچھ دیر سوچنے کے بعد کہا تو سہانا نے سر ہلاتے ہوئے ماں کی بات سے اتفاق کیا۔

”شام کو نیر کو کال کر کے بتاؤں گی کہ میں نے اس کے لیے لڑکی پسند کر لی ہے۔ آخر کب تک ایسے جنہا زندگی گزارے گا، وہ بھی خوش ہو جائے گا۔“ ناملہ نے مسکرا کر بیٹی کو دیکھا۔

”شام کو کیوں۔ ابھی کال کریں۔“ سہانا۔

شرارتی نگاہوں سے ماں کو دیکھا۔

”ایسا کرتی ہوں ساتھ ہی میں بھائی کو کاشی

تصویر بھی بھیج دیتی ہوں وہ تو تصویر دیکھتے ہی پہلی فلائٹ سے یہاں آجائیں گے۔“ سہانا کے زور دینے پر نائلہ نے جتے جتے ہوئے بیٹے کا کال ملا دی مگر تیل جانے کے باوجود نمبر نے فون نہیں اٹھایا۔

☆☆☆

حیدر صاحب نے بیوی کے دباؤ ڈالنے پر کراچی میں رہائش پزیر اپنے ایک دوست مختیار خان کو معلومات حاصل کرنے کے لیے نمبر کے دفتر بھیجا، جہاں سے لڑکے کے بارے میں انہیں کافی تسلی بخش رپورٹ موصول ہوئی تو ان کا دل بھی بیوی کی طرح اس رشتے پر ٹھک گیا۔ کچھ سوچ بچار کے بعد انہوں نے اپنے دونوں بھائیوں کو ٹیلی سمیت رات کے کھانے کی خصوصی دعوت دے ڈالی۔

کاشی کے تاپا دیے بھی بڑے دنوں سے اپنی بھابھی عالیہ کے ہاتھوں کے پکے پائے کھانے کی فرمائش کر رہے تھے۔ اس لیے ان لوگوں نے خوشی خوشی دعوت قبول کر لی۔ عالیہ شروع سے شوہر کی مزاح شناس تھی۔ پائے کی فرمائش کا مطلب یہ نہیں تھا کہ چٹیا بھر کر بس پائے پکا کر مہمانوں کے سامنے رکھ دیے جائیں۔ ایسے موقعوں پر حیدر صاحب دسترخوان پر لگی قسم کے چکوان دیکھنا چاہتے تھے۔ اس لیے عالیہ نے کاشی کو ساتھ لگا کر صبح ہی صبح دو طرح کا میٹھا بنالیا۔ بڑی کھیر اور رس ملائی پر میوہ کاٹ کر سجانے کے بعد کاشی کو ہدایت کی کہ انہیں ٹھنڈا ہونے کے لیے فریج میں رکھ دے اور اس کے بعد جا کر پورے گھر کی اچھے طریقے سے ڈسٹنگ کرے۔

بہت دنوں بعد سسرال والے کھانے پر آ رہے تھے اسی لیے عالیہ کوئی بد مزگی نہیں چاہتی تھیں۔ کاشی کی مچن کی طرف سے بے دلی بروہ اس کی کیفیت سمجھ گئی اور انہوں نے اسے صفائی کا ٹاسک دے دیا۔ وہ اپنی جنمائی کو اچھی طرح سے جانتی تھیں، نور جہاں پوری برادری میں انگلی سے گرد چپک کرنے والی خاتون مشہور تھیں۔

اب وہ مچن میں کھڑی، چکن قورمہ، ماش کی

بھنی دال اور ملائی کوفتہ پکانے کی تیاریوں میں لگ کر گئیں، ساتھ ہی پلاؤ کے لیے بکرے کے گوشت کی پختی چڑھا دی۔ پائے تو انہوں نے رات سے بلی آج پر باہر والے چولہے پر پکھنے کے لیے رکھ دیے تھے، اپنے کام سے کافی مطمئن ہو گئیں تو ظہر کی نماز کی ادائیگی کے لیے مچن سے باہر نکل آئیں۔

☆☆☆

کاشی نے ڈرائنگ روم کی اچھی طرح سے جھاڑ پونچھ کی اور گل دان دھو کر ان میں کیاری سے توڑ کر تازہ گلاب سجائے، پھر دروازہ بند کر کے باہر نکلی تو، ایک دم سے اس کا فون بجنے لگا۔ وہ جھنجھلائی ہوئی اپنے کمرے کی جانب بڑھی۔

”اس وقت کس کی کال آگئی؟“ اس نے پوچھا۔

”ارے بچہ۔ آپ اتنے دنوں بعد آپ کی آواز سن کر بہت خوشی ہوئی۔“ ساری اداسی دور ہو گئی، چپکنا لہجہ، ایک ہی سانس میں سب کے بارے میں پوچھا۔

”اچھا سنو مجھے تم سے ایک ضروری کام ہے۔“

”جی..... جی..... حکم۔“ اس نے ادب سے جواب دیا۔

”دراصل بات یہ ہے کہ.....“ نفیسہ نے اسے تفصیل بتانا شروع کی ان کے سرکل کی ایک مشہور بزنس وومین سبکی شائندہ علاؤ الدین کمرشل علاقے میں جاب کرنے والی خواتین کے لیے فاسٹ فوڈ کھولنے کا ارادہ رکھتی ہے، جہاں کا سارا اسٹاف خواتین پر مشتمل ہوگا۔ اس لیے انہیں وہاں کے لیے ایک ماہر شیف کی ضرورت ہے۔ نفیسہ نے شائندہ کے پوچھنے پر کاشی کا نام تجویز کیا، وہ اسے مقبول تجویز کے ساتھ بک اینڈ ڈراپ کی سہولت دینے کو بھی تیار تھی، ”نفیسہ کی پوری بات سننے کے بعد پہلے تو کاشی خوشی سے پاگل ہو گئی۔“

”کیا آپ سچ کہہ رہی ہیں.....؟“ جب اسے



آفس سے گھر لوٹے ہی عجلت میں ماں کو کال ملائی اور چھوٹے ہی اس رشتے کے بارے میں اپنی منگھوری دے دی۔ نائلہ بیٹے کی کیفیت پر فیس پڑیں انہوں نے سکون کا سانس لیا اور پھر فوراً ہی سہانا کو فون کر کے یہ خوش خبری دے دی۔

☆☆☆

دوسرے دن صبح کاشی نے سستی سے دعوت کے پھیلاوے کو سمیٹنا شروع کیا، تو اپنے ہاتھ سے لگائے گئے پودوں کی حالت دیکھ کر دل پکڑ کر بیٹھ گئی، چاچا کے چھوٹے بیٹے سنی نے کیاری اجازت کر رکھ دی تھی۔ منورہ جاگتی نے اپنے بیٹے کو بہت بگاڑا ہوا تھا، وہ خود تو کچھ کہتی تھیں، کوئی اور ٹوکے تو بہت ہی برا مان جاتی تھیں، اسی لیے کاشی سنی کو تھپڑ رسید کرنے کی حسرت دل میں دبائے چپ چاپ انہیں سمیٹنے لگی۔

”کاشی کیا سارے دن پھولوں کا سوگ منانا ہے، اب یہاں آ جاؤ اور میرے ساتھ مل کر ذرا برتنوں کا یہ انبار دھلو آؤ۔“ ماں کے پکارنے پر وہ چوکی اور پھر جا کر ان کے ساتھ برتنوں کی دھلائی میں مدد دینے لگی۔ بڑے سے تھال پر صابن لگاتے ہوئے وہ ابھی عالیہ کو جاب کے لیے منانے کا سوچ ہی رہی تھی کہ عالیہ نے اسے مخاطب کر کے ایسی بات بتائی کہ تھال اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر دور جا کر۔

”کاشی بیٹا۔ تمہارے لیے سہانا کے بھائی نمبر کارشتہ آیا ہے۔“ وہ مسکرا کر بولیں۔

”اماں..... ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟“ وہ شاک حالت میں انہیں بکھتی رہ گئی۔

”کیوں بھئی۔ جہاں بیری ہوتی ہے پھر تو آتے ہیں، ویسے بھی تمہارے بابا نے ساری انکوائری وغیرہ کروالی ہے، لڑکا بہت اچھا ہے ہم لوگوں نے ہاں کر دی ہے۔“ ان کے لہجہ میں خوشیوں کا جوش و خروش تھا۔

”اماں..... پلیز.....“ وہ منمنائی مگر عالیہ اب ہی کہے جا رہی تھیں۔

”وہ لوگ اگلے مہینے شادی کرنا چاہتے ہیں

والدین کا خیال آیا تو جیسے اوس پر گئی۔ اس نے انہیں کل تک جواب دینے کا وعدہ کیا اور سلام دعا کے بعد فون رکھ دیا۔

”کاش کچھ ایسا ہو جائے کہ اماں بابا مان جائیں“ اس نے چشم تصور میں خود کو پروفیشنل شیف کے روپ میں دیکھا۔

☆☆☆

سہانا نے کہکشاں کی تصویر بھیجے ہوئے بھائی سے اس کے بارے میں رائے مانگی مگر دفتری مصروفیت کی وجہ سے نمبر نہ ہی دن میں ماں سے بات کر سکا اور نہ ہی اس کو تصویر دیکھنے کا ٹائم ملا۔ وہ رات گئے جب تھکا ہارا گھر لوٹا تو بھوک سے بے تاب تھا کچھ اور سمجھ میں نہیں آیا تو چیز سینڈویچ کے ساتھ ایک کپ کافی کا بنا کر لاؤنج میں بیوی کے سامنے آ کر بیٹھ گیا، ابھی اپنی فیورٹ مووی لگائی ہی تھی کہ اسی وقت اسے موبائل پر بہن کا پیغام موصول ہوا۔

”کیسی لگی کاشی، ہم تو ملگنی کا سوچے بیٹھے ہیں مگر جاب کوئی ریسائس ہی نہیں دے رہے۔“

”دیکھیں بھئی۔ ہمارے لیے بہن صاحبہ نے کون سا شاہکار پسند کیا ہے۔“ اس نے خود کلامی کرتے ہوئے واٹس اپ کھول کر تصویر دیکھی تو دیکھتا ہی رہ گیا۔

وہ جیسے کاشی کے معصوم حسن میں کھوسا گیا، اس نے اپنے بہت سارے دوستوں سے پہلی نظر کی محبت کے بارے میں سن رکھا تھا مگر وہ اتنی سرعت سے دل کو اپنا شکار بناتی ہے اس بات کا احساس آج پہلی بار ہوا تھا۔

کاشی..... تم اپنے نام کی طرح نازک و حسین ہو۔“ وہ تصویر سے بار بار مخاطب ہوا۔

دوسرے دن دفتر میں بھی اس کے ذہن پر وہ ہی سوار رہی، کام کے دوران جب ذرا سی بھی فرصت میر آئی وہ سب کی نگاہوں سے بچتے ہوئے چپکے سے اس کی تصویر کو اشتیاق سے دیکھتا۔

ہماری بھی اچھی خاصی تیاری ہے۔“ وہ ایک کے بعد ایک ہم اس کے سر پر پھوڑتی چلی گئیں۔

”مجھ سے پوچھتے بغیر.....“ کاشی نے خود پر قابو پاتے ہوئے دھیرے سے شکوہ کیا۔

”کیا اب ہمارا اپنی اولاد پر اتنا حق بھی نہیں کہ اس کے لیے بہتر فیصلہ کر سکیں۔“ عالیہ نے جان بوجھ کر غصہ دکھایا۔

”مگر اماں میں تو اپنے لیے ایک سوٹ بھی پوری مارکیٹ چھاننے کے بعد پسند کرتی ہوں اور آپ لوگوں نے۔“ اسے بڑی مایوسی ہوئی۔

”بیٹا یہ ایک سوٹ کی خریداری نہیں بلکہ زندگی بھر کا معاملہ ہے اسی لیے تمہارے بابا نے بہت اچھی طرح سے چھان پھٹک کے بعد اسے کیا ہے دے بھی لڑکا پڑھا لکھا ہے کراچی میں اس کی بہت اچھی جاب ہے، اپنا گھر ہے، کھانا پیتا گھرانہ ہے، اس سے زیادہ کی ہماری خواہش نہیں۔“ ان کے طویل لیکچر پر اس نے سر داہ بھری۔

”مگر اماں! وہ جتنا بھی اچھا ہو مجھے ابھی شادی نہیں کرنی میرے تو بہت سارے خواب ابھی ادھورے ہیں، پتا ہے ایک بہت اچھی جاب کی آفر آئی ہے۔“ خود پر قابو پا کر کچھ دیر بعد اس نے بتایا۔

”نہیں..... فیصلہ ہو چکا ہے اور تمہارے بابا اپنی زبان سے پھرنے والے نہیں۔“ ان کے صاف انکار پر اس کی آنکھیں نم ہو گئیں۔

”دیکھو کاشی! ہمارے جیسے سفید پوش لوگوں کے یہاں قسمت سے ایسا اچھا رشتہ آتا ہے۔“ بیٹی کی آنکھوں کی نمی انہیں بے چین کر گئی مڑ کر اسے گلے لگاتے ہوئے سمجھایا۔

”بس۔ جاب واب کا خیال دل سے نکال دو اور خود کو چنی طور پر تیار کر لو۔ شادی کے بعد نمبر میاں تمہیں اپنے ساتھ کراچی لے جائیں گے، وہاں جا کر جو دل چاہے کرنی رہنا۔“ اس خبر نے جیسے کاشی کے ہوش اڑا دیے مگر ماں کے انداز بتا رہے تھے کہ اس معاملے پر بحث بیکار ہے، اس رات اس نے اپنی

ساری کتابیں اور دوسرا سامان ایک پاکس میں بند کر کے رکھ دیا، جب وہ اس کو تالا لگا رہی تھی تو ایسا لگا جیسے اپنے خوابوں کو بھی قید کر دیا ہے۔

☆☆☆

نمیر کاشی کو پا کر سچ سچ میں بہت خوش تھا، کھکشاں بھی نمیر کی چاہت میں کھوکھے سب کچھ بھول گئی تھی، اپنے بڑے بڑے دعوے، زمین خواب، اور جاب کرنے کا ارادہ، اس کے لیے تو بس اب اپنی چھوٹی سی دنیا ہی زمین پر جنت جیسی بن گئی تھی۔

☆☆☆

شادی کے ایک ہفتے بعد ہی کاشی پلکوں تلے نئے خواب سجائے، نمیر کے ساتھ رخصت ہو کر اس کے چار کمروں کے لگژری طرز پر نمیر شدہ فلیٹ میں چلی آئی جو شہر کے پوش ترین علاقے میں واقع تھا، اس کا شوہر ایک پڑجا لکھا، خوش شکل اور خوش مزاج انسان تھا، اس بات کا ادارک اسے شادی کے چند ہفتوں بعد ہی ہو گیا تھا۔ وہ ایک بڑے ادارے میں اکاؤنٹس منیجر تھا، اچھی تنخواہ اور دیگر مراعات کے ساتھ بہت اچھا گزارا ہو رہا تھا۔ وہ اس کی چھوٹی سے چھوٹی بات کا بھی بڑا خیال رکھتا تھا۔ عالیہ جب بھی بیٹی کو کال کرتیں پہلے سے زیادہ مطمئن ہو جاتیں دوسری جانب نائلہ کو بھی اب جا کر بیٹے کی طرف سے سکون حاصل ہوا تھا۔

کاشی بھی ماضی کو بھلائے اپنے حال میں مست ہو گئی، اب وہ اپنی مہارت اور ہنرمندی شوہر کے گھر پر دکھانے لگی، اس کے ہاتھ میں اتنا ذائقہ تھا کہ دال بھی پکانی تو نمیر انگلیاں جانتا رہ جاتا۔ بہت جلد ہی وہ بیوی کے کھانوں کا شیدائی ہو گیا۔

”یہ روزمرہ کے کھانے بھی اتنے مزے دار کیوں لگنے لگے ہیں؟“ نمیر کے پوچھنے پر وہ مسکرا کر اس کی پلیٹ میں چاول نکالنے لگی۔

”ڈارلنگ، ہمیں تم نے کھانوں میں سامری جادوگر کے مسالوں کا استعمال تو نہیں شروع کر دیا ہے؟“ اس نے افغانی پلاؤ کھاتے ہوئے اسے



سے محبت کمال دکھائی ہے۔" اور وہ تو اپنے بچن سے محبت اور مہارت دونوں کا استعمال برابر کے حساب سے کرتی تھی۔

☆☆☆

دفتر سے واپسی پر نیر علی اپنے فلور پر جانے کے لیے لفٹ میں سوار ہوا تو پیچھے سے ہڑوس والی آنٹی خالدہ لواز بھی ہاتھ کے اشارے سے لفٹ روکنے کا کہتی ہوئی ہانپتی کا ہنسی اندر داخل ہوئیں۔

"آجائیں..... آنٹی۔ آجائیں۔" اس نے خوش دلی سے ہن پر لیس کرتے ہوئے سر ہلایا۔

"لائیں، یہ سب مجھے پکڑا دیں۔" اندر آنے پر نیر نے جلدی سے ان کے ہاتھ سے بھاری شاہنگ بیک لے کر نیچر کھدے۔

"ٹھیک ہو..... بیٹا....." وہ نشو سے چہرہ پوچھتے ہوئے مسکرائیں۔

"ارے۔ اس میں ایسی کیا بات ہے آنٹی۔"

اس نے اخلاق دکھایا۔

"ویسے ہمیں شکر یہ تو ایک اور بات کے لیے بھی ادا کرتا تھا۔" وہ تھوٹا شوق سے بولیں۔

"اچھا۔ وہ کس بات کا آنٹی؟" نیر نے جھپٹا اور ان کا چہرہ دیکھنے لگا۔

"ایک اچھے گتوں والی لڑکی سے شادی کر کے تم نے ہمارا ہڑوس جو آ پا کر دیا ہے۔" ان کی بات اسے کاشی پر فخر محسوس ہوا۔

"یہ تو ہے۔ آنٹی! کاشی واقعی بہت پیاری ہے۔" اس کے منہ سے بھی بے ساختہ تعریف نکلی پھر تھوڑا جھینب سا گیا۔

"یہ سچ ہے کہ وہ بہت خوب صورت ہے مگر اس کی سیرت اس سے بھی زیادہ پیاری ہے۔" خالدہ نے دل سے کہا۔

"شکریہ..... آنٹی!" اس سے زیادہ بھلا اب وہ اور کیا کہتا۔

"بتا ہے۔ تمہارے انکل کب سے حلوہ کھانے کے لیے مجھے ٹھک کر رہے تھے، اسی بات پر صبح ہشام

چھیڑا۔"

"چیزیں تو وہ ہی ہیں۔ بس پکانے کے انداز میں تبدیلی لائی ہوں۔" اس نے مسکرا کر جواب دیا۔

"اچھا تو یہ سامری جادوگر کا نہیں بلکہ ہماری

مسز کے ہاتھوں کا جادو ہے۔" کھانے کی میز سے اٹھتے ہوئے، اس کی انگلیاں چوم کر بولا تو کاشی ہنس پڑی اور برتن سمیٹ کر کچن کی جانب چل دی۔

کاشی نے اپنی نئی ریسپی سے چینی کے بغیر آم کا میٹھا بنایا اور اسے ٹرائی کرانے کے لیے ٹرے میں سجا کر لے لاؤنچ میں لے آئی جہاں وہ بیٹھانی وی دیکھ رہا تھا۔ اس نے چھچھر کر میٹھا منہ میں رکھا اور سر اٹھتی نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"ایک بات بتائیں۔ کہیں بیوی کی ناراضی کے ڈر سے مسکا تو نہیں لگا یا جا رہا؟" اس کی کھٹک دار ہنسی لاؤنچ میں گونجی۔

"تمہاری حس۔ سب کچھ بہت حرے دار ہے۔" نیر نے اسے پیار سے دیکھا اور اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر شرارتی انداز میں سر ہلایا۔

"اچھا مگر مجھے تو ابھی بھی لگتا ہے کہ آپ بڑھک کر رہے ہیں۔" اس نے ناک سکیڑ کر اسے چھیڑا اور پیالی میں مزید میٹھا ڈالا۔

"بلیوی۔ میں نے شادی سے پہلے مجبوری کی حالت میں یہاں کے بڑے بڑے ریسٹوران کے کچان ٹرائی کیے ہیں مگر ان میں وہ لذت نہیں، جو ہمارے گھر میں پکنے والے کھانوں میں ہوتی ہے، شاید تم اس میں اپنے پیاری آمیزش بھی کرتی ہو۔" وہ مسکرا کر کہتا چلا گیا تو کاشی کے گداز لبوں پہ مسکراہٹ بکھر گئی۔

اب وہ اسے کیسے بتاتی کہ جو کچھ اس نے سیکھا تھا، اس مہارت کا استعمال وہ شوہر کے لیے پکائے جاتے والے کھانوں میں کرتی تو اسے عجیب سی تسکین محسوس ہوتی۔ ویسے بھی نیر کی تعریف پر اسے اکثر اپنی کی اماں کی ایک بات یاد آ جاتی تھی کہ "کھانا پکانے میں عورت کے فن سے زیادہ اس کی گھر والوں



کروں، بہت آرڈرز ملیں گے۔“ من میں بھی خواہش نے پھر سے انگڑائی لی اور چائے دیجے ہوئے بات زبان تک آگئی۔

”کیئرنگ..... اور تم..... آ رہو جو کنگ؟“ اس نے مسکرا کر پوچھا اور چائے کا سب لینے لگا۔

”ہاں۔“ کچھ اتنا بڑا نہیں بس گھر سے کروں گی

آرڈر پر بریانی، چائیز یا مٹھائیاں اور کیک وغیرہ تیار کر کے سیل کروں گی۔“ اس کے لہجے میں اصرار تھا۔

”گھر سے؟ مطلب فضول میں خود کو تھکانے

کی کیا ضرورت ہے؟“ ”نمیر ابھی تک اس کی بات کو مذاق میں اڑا رہا تھا۔

”دراصل کچھ آرڈرز خالده آنٹی کی وجہ سے ہی

مجھے ملے ہیں، میں نے حساب لگایا ہے، اگر طریقے

سے خریداری کی جائے تو اس کام میں خاصی بچت

ہے۔“ اس نے شوہر کو سچائی سے پوری بات بتاتے

ہوئے منانے کی کوشش کی۔

”کیا مطلب، اب تم بازاروں میں پھردی؟

یار! میں اچھا خاصا کماتا ہوں، لوگ کیا کہیں گے،

ویسے اگر تمہیں کسی چیز کی ضرورت ہے تو مجھ سے

کہو۔“ ”نمیر کو اب اس کی ضد ناگوار گزری تو لہجہ سچ

ہو گیا۔

”نہیں، بات صرف پیسے کی نہیں ہے، یہ میرا

شوق بھی ہے“ وہ ٹھڑ بڑائی اور لہجہ ٹھوڑا سا نرم ہو گیا۔

”تو جان کون منع کر رہا ہے، آپ اپنا شوق گھر

میں پکا کر پورا کرتی رہیں، میں ہوں ناں آپ کا ایک

فین جو سو پر بھاری ہے۔“ اس نے کاشی کو خود سے

نزدیک کر کے اس کی آنکھوں میں پیار سے دیکھا تو

وہ بہل گئی مگر دماغ ابھی بھی وہیں اٹکا ہوا تھا۔

”مگر وہ خالده آنٹی کہہ رہی تھیں کہ مجھ میں اتنا

ٹیلنٹ ہے تو اسے ضائع کرنے کی کیا ضرورت ہے

اور پھر چار پیسے آتے کس کو برے لگتے ہیں۔“

”اب نمیر علی خان پر ایسا براقت بھی نہیں آیا

کہ اس کی پیاری سی بیوی کو لگ بن کر پیسے کمانے

پڑ جائیں۔“ وہ اس کی ضد پر ناراض ہو گیا۔

ہماری لڑائی بھی چل رہی تھی، میں نے کہیں کاشی بیا

کے سامنے اس بات کا ذکر کر دیا کہ ”ان کے مٹاپے

کی وجہ سے بیٹھے پر پابندی لگائی ہوئی ہے، جس کی وجہ

سے صاحب بہادر کا منہ پھولا ہوا ہے۔“ وہ بے

جاری ہنسی کل جانے کہاں سے ڈائٹ حلوے کی

ترکیب ڈھونڈ ڈھا کر ان کے لیے بنا کر دے گئی،

آپس کی بات سے میں نے بھی چکھا، بہت ہی مزے

کا تھا۔ سمجھو، ان کی تو لاشی نکل آئی بہت دعا میں

دے رہے تھے۔“ ان کے فس فس کر بتانے پر نمیر کو

کاشی پر بے انتہا پیار آ گیا۔

اکیلا ہونے کی وجہ سے خالده آنٹی نے نمیر کا

کافی خیال رکھا تھا، اکثر اس کے لیے کچھ نہ کچھ پکا کر

بھیجتی رہتی تھیں، اسی لیے اپنی اس پڑوسن سے

قدرتی طور پر انسیت سی ہو گئی تھی اور اس بات کا ذکر

جب سے اس نے بیوی سے کیا تھا وہ اب ان کے

لیے کچھ نہ کچھ پکا کر انہیں بھیجتی رہتی تھی۔ دراصل

پڑوس میں رہنے والی خالده بیگم کی کوئی اولاد نہیں تھی

میاں بیوی تنہا رہتے تھے اسی وجہ سے انہوں نے نمیر

کو بیٹا بنالیا تھا، اور کاشی کو بھی انہوں نے جلد اپنالیا

اور اپنی بہو کا درجہ دے دیا تھا۔

کاشی نے چند دنوں میں ہی اپنی سلیقہ مندی

سے گھر کو سجا سنوار دیا، اور پھر تنہائی سے گھبرا کر پاس

پڑوس والی عورتوں سے دوستی بڑھانے کی کوشش

شروع کر دی، اسکے مزاج میں شامل معصومیت اور ہر

ایک کے کام آنے کی عادت کی وجہ سے خواتین کے

گروپ نے اسے بڑی خوش دلی سے ویلکم کہا۔ کاشی

بھی ان سب کی گیدرنگ میں حل مل گئی اور اپنی اداسی

بھول گئی۔

☆☆☆

”بھئی۔ تمہارے ہاتھوں کا جادو تو پوری

بلڈنگ پر چل گیا ہے۔“ ”نمیر نے خالده آنٹی والا قصہ

پورا سنانے کے بعد تعریف کی تو وہ مسکرا دی۔

”پتا ہے نمیر! خالده آنٹی کہہ رہی تھیں کہ کیوں

نہ میں چھوٹے پیمانے پر اپنا کیئرنگ کا بزنس شروع

”خود تو آفس میں مصروف رہتے ہیں اور یہاں پورا دن میں اکیلی رہتی ہوں تو سوچا کہ.....“
شوہر کی تیز نگاہوں پر کاشی نے بات ادھوری چھوڑ دی۔

”اکیلا رہنے کا مطلب یہ تھوڑی ہے، خیر ایسا کروڑا ٹیوٹنگ سیکھ لو۔ میں تمہیں گاڑی خرید کر دے دیتا ہوں، جب دل چاہے شاپنگ کے لیے نکل جایا کرنا۔ اس طرح تمہاری طبیعت بہل جائے گی۔“
اس کی آنکھیں دوبارہ نم ہونی دیکھ کر میر کو ترس آیا، اس نے مسکرا کر ایسا مل پیش کیا، جس سے کاشی کو کچھ خاص دلچسپی نہیں تھی، کیونکہ بلاوجہ کا پیسہ اڑانا اس کے مزاج کا حصہ نہیں تھا اس لیے چپ چاپ وہاں سے اٹھ گئی۔ خیر کی پُرسوج نگاہیں اس پر جم کر رہ گئیں اور دماغ الجھ گیا۔

☆☆☆

وہ ناشتے کے بعد چائے کا گک تھا سہ فی دی لاؤنج میں چلی آئی۔ اسی وقت ڈور بیل بجی۔ اس نے جا کر دروازہ کھولا تو آنٹی خالدہ کے ساتھ فورتحہ فلور والی شاز یہ آنٹی بھی کھڑی تھیں۔

”شاز یہ کو تم سے بات کرنی ہے۔“

”السلام علیکم..... آئیے ناں۔“ اس نے مسکرا کر انہیں اندر آنے کا کہا اور ڈرائنگ روم میں بٹھا کر فوراً ہی تواضع کے لیے دو کپ چائے کے ساتھ گاجر کا حلوہ نکال کر لے آئی جو اس نے رات کو ہی میر کی فرمائش پر بنایا تھا۔ اس کے پھرتی دکھانے پر وہ دونوں مسکرا دیں۔

”جی آنٹی تو بتائیے، کیا بات ہے؟“ کاشی نے ان کے مقابل رکھے صوفے پر بیٹھتے ہوئے پوچھا۔
”دراصل میں تمہارا شکریہ ادا کرنے آئی تھی اور یہ کچھ پیسے ہیں جو میں تمہیں دینا چاہتی تھی۔“
انہوں نے ایک لفافہ اس کی جانب بڑھایا۔

”ارے نہیں آنٹی میں یہ نہیں لے سکتی ہوں۔ ویسے بھی ایک ہی بلڈنگ میں رہنے کی وجہ سے یہ تو میرا فرض تھا۔“ وہ ایک دم سے ہچکچائی اور ان کے

لفافے والا ہاتھ پیچھے کیا۔
”نہیں بیٹا یہ تو تمہیں لینا پڑے گا تم نے اتنی ایمر جنسی میں جوڈ نرائٹنگ کرنے میں ہیلپ کی اس کا تو کوئی بدلہ ہو نہیں سکتا البتہ ہماری بہت ساری دعائیں تمہارے ساتھ ہیں۔“

شاز یہ نے مسکرا کر کہا اور زبردستی لفافہ اس کے ہاتھ میں تھما دیا۔ خالدہ آنٹی کے اشارے پر اسے مجبوراً رقم لپی پڑی۔ اس نے ان دونوں کے جانے کے بعد لفافہ کھولا تو اس میں معقول اماؤنٹ تھی۔ اس کی محنت کی پہلی کمائی۔ پتا نہیں کیوں اس کے دل میں ایک الگ طرح کی خوشی جاگی۔ اپنے ہاتھ کی کمائی کا حزرہ ہی کچھ اور تھا اور پھر ان کی تعریف سے جیسے نئی توانائی ملی۔ اس نے وہ پیسے سنبھال کر وارڈروپ کی چلی دراز میں رکھ دیے۔ کچھ سوچ کر اس نے گیلری میں رکھا ہوا باکس جھاڑ پونچھ کر کھولا جس میں اس نے شادی سے پہلے اپنی کھانے پکانے کی ترکیبوں کی کتابیں اور دیگر نوٹس پیک کر کے رکھ دیئے تھے۔ بڑے عرصے بعد اس کا دل جیسے شانت ہو گیا تھا۔

☆☆☆

کل ہوا کچھ یوں تھا کہ شاز یہ کی بڑی بیٹی ماہرہ کے سسرال والوں کو ڈر آنا تھا۔ وہ صبح سے تیار یوں میں لگی ہوئی تھی کوئنگ بھی گھر میں ہی کرنی تھی کیونکہ ماہرہ کی ساس خاصا نکتہ چیں خاتون تھیں اور بازاری کھانوں کو سخت ناپسند کرتی تھیں۔ اس لیے خالدہ کے ہاتھ پیر پھولے ہوئے تھے کہ سارا کام وقت پر مکمل ہو جائے۔

اسی بوکھلاہٹ میں اچانک ماسی سے واش روم دھلواتے ہوئے خالدہ کا پاؤں پھسل گیا، ان کے ہاتھ میں چوٹ آئی اور کچھ ہی دیر میں وہ بری طرح سے سوچ کر کپا ہو گیا۔ اب پکانا تو دور کی بعد ان کے لیے تو جھج ہلانا بھی مشکل ہو گیا تھا، ماہرہ کو نہ تو شوق تھا اور نہ وہ اتنی باصلاحیت تھی کہ تمیں افرام کھانا اکیلے دم پر پکا سکے، ویسے بھی اسے اسکر

ایسے موقع پر اس کے بہت کام آئے اور دھیرے دھیرے اس کے پاس ٹھیک ٹھاک رقم بھی جمع ہونا شروع ہو گئی۔ جس میں سے وہ خالدہ آنٹی کا حصہ الگ کر کے ان کو پہنچا دیتی تھی، جہاں وہ اپنی اس روشنی سے خوش تھی، وہیں اس بات کا بھی دھڑکا لگا رہتا کہ جب نمبر کو اس بارے میں پتا چلے گا تو جانے اس کا رد عمل کیا ہوگا۔ وہ اپنے چھوٹے سے بزنس کے بارے میں بتانے کے لیے مناسب موقع ڈھونڈ رہی تھی جو ابھی تک اسے نہیں مل پایا تھا۔

ان دنوں نمبر کے دفتر میں کلوزنگ چل رہی تھی، وہ آفس کے کاموں میں اتنا مصروف تھا کہ، اس لیے ان باتوں کی خبر نہیں ہو پائی اور وہ کچھ محتاط بھی تھی اسی لیے بہت خفیہ انداز میں شوہر کے دفتر جانے کے بعد ہی اپنے آرڈر کی تیاری کا کام کر کے بھجوا دیتی تھی۔ جو بھی تھا اسے نمبر سے بہت پیار تھا اور شوہر کی نافرمانی کرنے پر خود کو روزانہ ملامت کرتے ہوئے پیچھے ہٹنے کا سوچتی مگر پھر گھر کا کیلا پن اور کلائنٹ کی جانب سے ملنے والی پذیرائی اس کا حوصلہ بلند کر دیتی اور وہ دوبارہ اپنے کاموں میں مگن ہو جاتی۔

☆☆☆

اس دن نمبر کی کو لیگ صائمہ کی جڑھ ڈبے تھی۔ اس نے اپنے چند قریبی ساتھیوں کو گھر پر بلانے کی دعوت دی۔ وہ سب بلچ ٹائم میں ایک ساتھ آفس سے اٹھے اور اس کے گھر پہنچ کر گرم کھانے پر دھاوا بول دیا۔ پرانی اور چکن کڑھائی کھاتے ہوئے جانے کیوں نمبر کو ذائقہ بہت جانا پہچانا سالگا۔

کھانے کے بعد قبوہ چیتے ہوئے صائمہ نے سب کے سامنے کپ کیک کی ٹرے لا کر رکھی تو چمکتے ہی، ان سب کے منہ سے بے ساختہ تعریف نکل گئی۔ ”یہ تو بہت مزیدار ہیں کہاں سے منگوائے۔“ نمبر نے مسکرا کر صائمہ سے پوچھا۔

”ارے بھئی، کسی بڑی بیکری سے نہیں منگوائے ہیں بلکہ ایک لڑکی نے بنائے ہیں۔“ صائمہ نے بتایا۔

ٹریٹمنٹ کے لیے جانا تھا، وہ ماں کو ربانی کلاسی تسلیاں دیتی ہوئی گھر سے نکل گئی۔ شاز یہ سر پہ ہاتھ رکھ کر بیٹھ گئیں، اتفاق سے اسی وقت خالدہ نے خیر خیریت کے لیے اپنی سہیلی کو کال ملائی تو انہوں نے ساری پتہ سنا کر ان سے مدد مانگ لی۔ خالدہ کو ان کی بات پر فوراً کاشی کا خیال آیا اور اسے کال کر کے بات کی تو وہ ان کی پریشانی سن کر بخوشی دعوت کا کھانا تیار کرنے پر راضی ہو گئی۔ گھر میں کچھ سامان موجود تھا باقی کی لسٹ بنا کر اس نے خالدہ آنٹی کو تھما دی۔ ان کے شوہر نواز انکل مگر دوسری کر کے مطلوبہ سامان لے آئے اور خالدہ خود کاٹنے پینے میں کاشی کی مدد کرنے لگیں۔ اس نے وقت سے پہلے کافی ساری نئی طرز کی دسکی دسکی ڈشز اور چند منفرد قسم کے میٹھے سجا کر شاز یہ کے گھر پہنچا دیے اور دھڑکتے دل سے ان کے رسپانس کا انتظار کرنے لگی۔

ماہرہ کے سسرال والوں کو سارا کھانا بہت پسند آیا تھا ان لوگوں نے خوب تعریفیں کیں تو خالدہ نے دل ہی دل میں شکر ادا کیا کہ کاشی کی وجہ سے بیٹی کے سسرال میں عزت بنی رہ گئی۔

دوسری صبح وہ خالدہ بیگم کو ساتھ لیے کاشی کا شکریہ ادا کرنے کے ساتھ ساتھ اس کی کیئرنگ کی ادائیگی کرنے بھی چلی آئیں۔ اس طرح سے نہ چاہتے ہوئے بھی اسے زندگی کا پہلا آرڈر مل گیا اس کے بعد تو جیسے لائن لگ گئی، اور اس کی اپنی ایک پہچان بنی چلی گئی۔ جس کے لیے پڑوسی انکل، آنٹی بہت مددگار ثابت ہوئے۔

خالدہ بیگم کی وجہ سے اسے چھوٹے بڑے آرڈر ملتے اور وہ چاہتے ہوئے بھی انکار نہیں کر پاتی، خالدہ اور شاز یہ کے توسط سے اس کا نمبر کئی خواتین میں بٹ گیا، جو اکثر اسے کیک، مٹھائی، حلوے یا چھوٹی موٹی پارٹیوں کے آرڈر دیتی رہتی تھیں۔

اس کے جھنڈے کے بڑے بڑے قیلے اور دوسرے برتن وغیرہ جو ایسے ہی پیک پڑے تھے، وہ

”واؤ۔ اس کے ہاتھ میں تو کمال کا ذائقہ
”فرہین نے دوسرا کپ کیک پلیٹ میں رکھتے
ہوئے تعریف کی۔

”اس بار میں نے کسی ریسٹورنٹ سے کھانا
منوانے کے بجائے اسے ہی آرڈر دیا اور دیکھو،
ساری چیزیں لا جواب ہیں، اس کے ہاتھ میں نہ
صرف ذائقہ ہے بلکہ وہ کھانے کی پریزنٹیشن بھی اتنی
اچھی کرتی ہے کہ دیکھنے والے کے منہ میں فوراً ہی پانی
آ جاتا ہے۔“ صائمہ نے بڑی تفصیل سے بتایا۔
”واقعی میں۔ ہر چیز پر فیکٹ ہے۔“ ایک اور
کوئیک نے سر ہلا کر مثبت رائے دی۔

”ہاں بھئی، سمجھو وہ فرشتہ ہے فرشتہ، انتہائی
مناسب ریٹ پر صاف ستھرا ذائقہ دار کھانا وقت پر
تیار مل جائے تو ہماری جیسی ورکنگ لیڈیز کے لیے
اس سے زیادہ اور کیا آسانی ہوگی۔ میرے دل سے تو
جج جج میں بہت دعائیں نکلی۔“ صائمہ نے کھلے دل
سے تعریف کی۔

”ویسے کون ہے یہ لڑکی؟“ نمیر کی چھٹی حس
بیدار ہوئی دھیرے سے کریدا۔

”میں اسے ذاتی طور پر تو نہیں جانتی مگر اپنی
فرینڈ کے توسط سے اس کا نمبر ملا تھا، وہ اپنے گھر سے
کیئرنگ کرتی ہے۔“ اس نے قبوے کی پیالیاں سمیٹتے
ہوئے بتایا۔

”اچھا کیا۔ اس کا کوئی کارڈ وغیرہ ہے؟“
فرہین نے نجس سے پوچھا، اگلے ہفتے اسے ذرا
بڑے پیمانے پر اپنے سرال والوں کی دعوت کرنی
تھی، اس لیے فوراً ہی اسے آرڈر دینے کا سوچا۔

”نہیں یار! مجھے تو بس اس کا نمبر ملا تھا، میں
نے فون پر آرڈر دے دیا۔ اس نے کھانا لگا کر پیک
کر کے نواز انکل کے ہاتھ بھجوا دیا۔ اس کے پڑوسی
ہیں، اضافی ڈیلیوری چارج لے کر کھانا گھر گھر پہنچا
دیتے ہیں۔“ صائمہ کے تفصیل بتانے پر نمیر نے
ڈرتے ڈرتے اپنی کوئیک سے کیئرنگ والی کا نمبر
مانگا تو اس کا خدشہ ٹھیک نکلا، وہ کسی اور کا نہیں بلکہ اس

کی اپنی بیوی کاشی کا نمبر تھا۔ نمیر چپ چاپ ان سب
کے پاس سے اٹھ گیا اور گھر لوٹ آیا۔

☆☆☆

ذور نکل بجنے پر ککشاں نے دروازہ کھولا تو
خلاف توقع شوہر کو وقت سے پہلے گھر آتا دیکھ کر خوش
ہوئی۔

”ارے۔ آج آپ جلدی آگئے؟“ اس نے
بھرپور مسکراہٹ سے نمیر کا استقبال کیا۔
”اچھا نہیں لگا۔ واپس چلا جاؤں؟“ وہ
تھوڑے خشک انداز میں بولا۔

”تو ہے۔ چلیں۔ اندر آئیں۔“ وہ اس کے
اندرا لیتے لاوے سے بے خبر تھی مسکرا کر بیک تھام
لیا۔

اس کی آج کیئرنگ تھی۔ صبح سے کچن میں
مصروف ہونے کی وجہ سے حلیہ کافی خراب ہو رہا تھا۔
جائے کا پانی رکھ کر اپنا آپ دیکھا اور وہ چولہا لگا
گرکے، جلدی سے ہاتھ روم میں صس گئی۔ فریش
ہو کر، اپنا جینز کا بلور اسٹک کا کرتا پہنا، لیو پ بلی سی
لب اسٹک لگانے کے بعد لمبے بالوں کو پشت پر ایسے
ہی کھلا چھوڑ دیا۔

نمیر خلاف معمول چپ چاپ ساٹی وی کے
سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے ٹھکن پر محمول کیا اور دو
کپوں میں چائے نکالنے کے بعد کچھ سوچ کر مائیکرو
ویو میں رکھے کپ کیک پلیٹ میں سجائے مسکراتی
ہوئی لاؤنج میں چلی آئی۔

”تم نے کپ کیک۔ بہت مزے کے بنائے
ہیں۔“ اس نے کھائے بغیر تعریف کی۔

”آپ کو کیسے پتا چلا؟“ کاشی نے چونک کر
شوہر کو دیکھا دل کا چور زور سے اچھلنے کو دے لگا۔

”ارے یار۔ اس کی ٹائپنگ بتا رہی ہے۔“
نمیر کے جواب دینے پر کاشی نے اطمینان کا سانس
لیتے ہوئے چائے کا سب لیا۔

”ویسے کیسا عجیب اتفاق ہے نا، میری کوئیک
صائمہ کی برتھ ڈے پر بھی میں نے ایسا ہی کپ کیک



کہا ہے۔" اس نے کہا ہے جو نے بنایا تو کہہاں
کا چہرہ لی ہو گیا۔

"منہ میں رکھتے ہی تمہارے ہاتھ کا ڈانٹہ یاد
آ گیا۔" نمبر کے مزید بتانے پر، کاشی کو بہت دور کا
پہنڈا لگا۔

"ایک منٹ۔ میں پانی لاتا ہوں۔" وہ اس
کے کھانسنے پر پریشان ہو کر مین کی جانب دوڑا۔

کاشی کو یاد آیا کہ صبح صائمہ نامی خاتون کا ہی تو
آرڈر اس نے پیک کر کے بھجوا تھا، اب اسے کیا پتا
تھا کہ قسمت سے وہ نمبر کی کوئی لکھ آئے گی۔

"تھینک یو....." اس نے نمبر کے ہاتھ سے
پانی کا گلاس لے کر دھیرے سے کہا۔

"یو ویلکم مائی وائف۔" اس کے چہرے
انداز میں بھی اسے طنز کی آمیزش محسوس ہوئی۔

پانی کا گلاس اسے واپس پکڑانے کے بعد وہ
بجروں کی طرح سر جھکائے بیٹھی رہی۔ انتظار تھا کہ

نمبر کب اس پر چلے چلائے گا مگر حیرت کی بات تو یہ
ہوئی کہ اس کے بعد نمبر نے مزید ایک لفظ بھی منہ

سے نہیں نکالا، بلکہ جکے پھلکے انداز میں ادھر ادھر کی
باتیں کرتے ہوئے ڈنر کیا اور پھر وہ دونوں سونے

چلے گئے۔ پورے وقت وہ غائب و مافی سے سو جتی
رہی کہ "کیا اسے سب کچھ پتا چل گیا ہے۔"

☆☆☆

چھٹی کا دن تھا چار سو خاموشی چھائی ہوئی تھی،
نمبر ابھی تک بیڈ پر پڑا سو رہا تھا۔ کاشی جیکے سے بستر

سے نکلی اور فجر کی نماز پڑھنے کے بعد کچن کی جانب
قدم بڑھائے۔ اسے کل رات ہی اچانک اپنی ایک

پرانی کسٹمر سلسلی کی کال آئی تھی، جنہیں ارجنٹ شوگر
فری مشائی چاہیے تھی۔ پہلے تو اس نے انکار کر دیا مگر

پھر ان کے بے انتہا اصرار پر مجبوراً راضی ہونا پڑا۔ وہ
نمبر کے جاننے سے پہلے اپنا سارا کام مکمل کرنا چاہتی

تھی تاکہ مین صاف کر کے اس کے لیے ناشتا بنائے،
اسی لیے اس کے ہاتھ بڑی تیزی سے چل رہے

تھے۔

مشائی ہا کر ایک ڈبے میں رکھنے کے بعد اس
نے ابھی طرح سے پلاسٹک سے ریپ کیا اس پر
کھڑی کینٹ میں سے کوئی چھوٹا پلاسٹک بیگ

اصولاً وہی سی تاکہ ہا کس اس میں رکھ کر پڑوس میں
ڈیلیوری کے لیے دے آئے۔

اس کی کیلرنگ، انکل نوڈ کو آگے سلائی دینے
جانا ہوتا تھا۔ دونوں میاں بیوی اس کے لیے گوشت،

سبز یوں کی شاپنگ کے ساتھ دوسرے بہت سارے
کاموں میں مددگار بن گئے تھے۔ ریٹائرمنٹ کے

بعد انہیں معقول آمدنی ہونے لگی تھی جس سے وہ
بہت خوش تھے اور اس طرح سے کاشی کو بھی گھر سے

باہر قدم نہیں لگانے پڑتے تھے۔
"افوہ۔ اب یہ خالی بیگ کہاں چلے

گئے، ویسے ہی دیر ہو گئی ہے؟" اس نے پورا کینٹ
جھان مارا مگر وہاں ایک بھی پلاسٹک بیگ نہیں ملا تو

جھنجھلاتے ہوئے خود گلائی کی۔
"میں نے اٹھا کر ڈس بین میں پھینک دیے

ہیں..... آئندہ سے تم اس پیپر بیگ میں رکھ کر اپنا
آرڈر ڈیلیور کرو گی۔" نمبر کی آواز پر وہ ایک دم

ششدر ہو کر مڑی۔
"آپ..... یہاں؟" وہ فح ہی اسے دیکھتی

چلی گئی۔
"افوہ دیر مت کرو، اب جا کر اسے خالہ آئی

کو دے آؤ۔" اس نے پارسل بیوی کو پکڑایا، مشائی
کا ڈبہ کاغذ کے پرنٹ والے بیگ میں رکھا ہوا تھا

جس پر "کاشیز نوڈ" چھپا ہوا تھا۔
"یہ..... کیا ہے نمبر؟" اس نے بیگ تھامے

بغیر گھبرا کر پوچھا۔ اس کی حالت سے محظوظ ہوتے
ہوئے نمبر خود ہی پارسل برادر میں جا کر دے آیا۔

☆☆☆

کھکشاں کے ہاتھ پاؤں کی لرزش کسی بھی
طرح کم ہونے کا نام نہیں لے رہی تھی، نمبر کو بیوی کی

حالت پر بہت ترس آیا، اس نے کاشی کو بازوؤں سے
تھام کر صوفے پر بٹھایا اور نرمی سے بولا۔

ادارہ خواتین ڈائجسٹ کی طرف سے
بہنوں کے لیے خوب صورت ناولز

چالمن



نادرہ خاتون
قیمت - 300 روپے

دل ایک
گلشن



رضیہ جمیل
300

مست ذوق



فوزیہ کامین
قیمت - 750 روپے



نسیم ساجد کینیڈی
قیمت - 400 روپے

بذریعہ ڈاک منگوانے کے لئے

مکتبہ عمران ڈائجسٹ

37 اردو بازار، کراچی۔ فون: 32216361

”ادھر بیٹھو اور میری بات سنو۔“
”جی..... کہیں؟“ وہ بری طرح خوف زدہ
تھی۔

”کھانا پکانا تمہارا شوق ہے ناں؟“ اس نے
پوچھا۔

”ہاں مجھے شروع سے ہی بہت شوق تھا اور میں
نے اس کی باقاعدہ ڈگری بھی لی ہے۔“ وہ بے اختیار
بولی۔

”اور اب تم نے اپنے بنائے ہوئے کھانوں کو
بیچنا بھی شروع کر دیا ہے؟“ اس کے لہجے میں تھوڑی
تختی آئی تو کاشی نے سر جھکا لیا۔

”کب سے چل رہا ہے یہ سب؟“ نمیر نے انگلی
سے اس کا چہرہ اوپر کیا اور آنکھوں میں دیکھ کر پوچھا۔

”وہ..... ابھی۔ چند دن پہلے ہی سے شروع
کیا ہے۔“ کاشی نے نگاہیں چرائیں۔

”صرف..... چند دن پہلے..... پکا۔ ناں؟“
اس نے مسکرا کر جھوٹ پکڑا۔

”میرا مطلب ہے..... چند مہینے ہی ہوئے
ہیں، میں..... بس آپ کو بتانے ہی والی تھی مگر.....“
وہ شرمندگی کے مارے بات پوری نہ کر سکی۔

”جان ایک بار مجھ سے میسر تو کیا ہوتا۔ تو شاید
یہ کام زیادہ اچھے طریقے سے ہو جاتا۔“ اس نے کاشی
کا ہاتھ تھام کر نرمی سے کہا۔

”مجھے معاف کر دیں نمیر! مگر یہ سب اچانک ہی
ہوا ہے مگر میں نے آپ کے حکم کے مطابق گھر سے باہر
قدم نہیں نکالا، بس کھانا پکانی تھی، باقی باہر کا سارا کام

خالدہ آنٹی اور نواز انکل نے سنبھالا ہوا ہے۔“ وہ ایک
دم روتے ہوئے اپنی صفائی دیتی چلی گئی۔

”نہیں یار! معافی تو مجھے مانتی چاہیے جیو یہ
بات سمجھ ہی نہیں سکا کہ میری بیوی کو اس کام سے نفی
خوشی حاصل ہوتی ہے۔“ نمیر نے اس کے گالوں

سے بہتے آنسوؤں کو ٹٹو سے پونچھا۔
”پلیز..... آپ کہیں گے تو میں سب کچھ ختم
کردوں گی۔ آئندہ ایک آرڈر بھی نہیں لوں گی۔“ وہ

اس طرح سے معافی ملانی پر اتر آئی تو نمبر کے دل میں اس کا پیار مزید بڑھ گیا۔

”مجھے افسوس تمہارے بزنس شروع کرنے کا نہیں بلکہ اس بات کا ہے کہ میری بیوی چند مہینوں سے اپنا کام کر رہی ہے اور ڈھنگ سے ایک کارڈ تک نہیں چھو سکی“ اس کے کہنے پر وہ رونا بھول کر سر اٹھا کر اسے معصومیت سے دیکھنے لگی۔

”ہیں..... کیا مطلب..... کارڈ..... کیا کہہ رہے ہیں۔ آپ؟“

”ہاں۔ بھئی..... آخر ہر کام کا ایک طریقہ ہوتا ہے۔“ وہ مسکرایا تو اس کی جان میں جان واپس آئی۔

”نمیر! آپ ناراض نہیں ہیں۔“ اسے تو جیسے دنیا مل گئی، شوہر کا ہاتھ تمام کمرسوالیہ انداز میں دیکھا۔

”اچھا۔ سنو تو..... میں نے تمہارے لیے بیگ پرنٹ کروائے ہیں اور ساتھ ہی کچھ کارڈ بھی چھپوا دیے ہیں، آج کے بعد سے تم اپنے کلائنٹس کو

باقاعدہ کارڈ دینا جس پر فون نمبر اور ایڈریس چھپا ہوا ہے تاکہ دنیا کو پتا تو چلے میری علی خان کی بیوی کا بزنس ہے، کوئی مذاق توڑی ہے۔“ اس نے ہلکے پھلکے انداز میں اسے اپنے ساتھ لگاتے ہوئے کہا تو وہ اس کے

کاندھے سے سر نکا کر شانت ہو گئی۔

☆☆☆

کہکشاں جو ہمیشہ سے خود کو ماہر سمجھتی تھی، اب جا کر اسے سمجھ میں آیا اصل مہارت کیا ہوتی ہے، اگر اس کے والدین کی ماہر لگا ہوں نے نمبر جیسے ہیرے کو اس کے لیے نہیں چنا ہوتا تو زندگی اتنی خوش گوار نہیں ہوتی، اسے اکثر اپنی اماں بابا کی مہارت پر پیار آتا، انہوں نے نمبر جیسا پیارا شخص اس کی زندگی کا ساھی بنایا، جس کے لیے اس کی انا سے زیادہ بیوی کی چاہت اہم تھی۔

”کہاں کھوئی ہوئی ہو۔ یہ تو تمہاری فیورٹ آئس کریم۔“ وہ اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر بولا تو

کاشی ماضی سے حال میں واپس چلی آئی۔

کہکشاں نے شوہر کے ساتھ جا کر شوروم سے کچھ اپنے جمع شدہ اور باقی نمبر کے ملائے ہوئے

چھپوں سے چھوٹی سی گاڑی خرید لی تاکہ وہ خود بھی کبھی بازار کا چکر لگا سکے۔ وہ آج کل روزانہ نمبر سے ڈرائیونگ سیکھ رہی تھی۔

گاڑی صاف شفاف مڑک پر چلاتے ہوئے اسے کارنر پر اپنا فیورٹ آئس کریم پارلر نظر آیا تو اس نے گاڑی لے جا کر اس کے سامنے روک دی اور

شرارتی نگاہوں سے شوہر کو دیکھا۔ نمبر کا منہ اچکا ہوا گاڑی سے اتر کر آئس کریم خریدنے چلا گیا۔

”ایک بات پوچھوں؟“ اس نے حیرت سے نمبر کے آئس کریم کپ سے چچہ بھر کر منہ میں رکھتے ہوئے کہا۔

”ہاں بھئی، پیگم صاحبہ پوچھیں۔ آپ کو کبھی کوئی روک سکا ہے۔“ اس نے ہنس کر چھیڑا۔

”پہلے تو آپ میرے گھر سے کام کرنے کے بہت خلاف تھے، پھر اچانک.....“ اس نے جان بوجھ کر بات ادھوری چھوڑ دی۔

”دیکھو ڈرائنگ! جب تم نے کیئرنگ کی بات کی تھی میں نہیں چاہتا تھا کہ میری بیوی ان سب باتوں میں الجھ کر خود کو پریشانی میں ڈالے مگر پھر جب

میں نے اپنی کوئی لگ کے یہاں تمہارے کھانوں کی تعریف سنی تو احساس ہوا کہ میری علی سے ہٹ کر بھی

کہکشاں کی اپنی ایک پہچان ہے جو اس نے اپنے ٹیلنٹ کے بل بوتے پر بنائی ہے۔ بس فیصلہ کر لیا کہ

”نمیر! اس چیز کا حق حاصل ہے، کہ اپنی مرضی کا کام کرو۔“ اس نے مسکرا کر پوری بات بتائی۔

”اوہ..... نمبر..... یو آر جے آ جیسٹین۔“ اس کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔

”اس لیے محترمہ! میں بھی آپ کے کاموں میں شامل رہوں گا، جب بھی میری مدد چاہیے ہو، کہ

دینا بندہ حاضر ہو جائے گا۔“ نمبر نے بیوی کی چھوٹی سی ناک پیار سے دبا کر آفر کی تو کہکشاں کے چہرے

سے پھوٹی خوشی اس کے اپنے وجود میں پھیلنے لگی۔

☆